فکرونظر، جلد ۲۳، شمارہ ۳ (۱۹۸۶ء)، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد پاکستان .

اسلامی قانون کی ابتدائی تاریخ پر چند اہم مغربی تحقیقات :

(ایک تنقیدی تعارف)

ڈاکٹر محمد اختر سعید صدیقی

اسلامی قانون کی ابتدائی تاریخ گذشتہ سو سال کے دوران متعدد ممتاز مستشرقین کی توجہ کا مرکز رہی ہے ۔ زیر نظر مقالے میں ان حضرات کی طرف سے پیش کیے جانے والے تمام اہم تحقیقی کاموں کا مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے ۔ اس مطالعہ کا مقصد اس میدان میں Western Scholarship کے موجودہ درجہ کا تعیّن اور ان پہلوؤں کی نشاندھی ہے جو ہنوز تحقیق طلب ھیں ۔ ضمناً اس مقالہ کا مقصد یہ بھی ہے کہ یورپی زبانوں تک دسترس نہ رکھنے والے علماء اس میدان میں مغربی مستشرقین کے کاموں سے براہ راست متعارف ہو جائیں اور ان کی صحیح نوعیّت اور درجہ کا تعین بذات خود کر سکیں ۔ مغربی مستشرقین میں وان کریمر اور ای سخاؤ غالباً وہ پہلے افراد ھیں جنھوں نے اسلامی قانون کی ابتدائی تاریخ کے میدان میں قدم رکھا ۔ یہ دونوں افراد گذشتہ صدی کے اواخر ھی میں اپنی تحقیقات پیش کر چکے تھے ۔ (۱)۔ اسلامی قانون کے ابتدائی ارتقاء کا کھوج لگاتے ہوئے ان حضرات نے اس سوال کو اپنی تحقیق کا ھدف بنایا تھا کہ دوسری صدی ھجری میں اھل الحدیث اور اھل الرائے کے نام سے موسوم فقھی مکاتب فکر کے درمیان پائی جانے والی نظری کشمکش کا اصل

آغاز کب اور کیسے هوا تھا ؟ موخّر الذّکر مستشرق کا نتیجه فکر یه ہے که مذکوره بالا دونوں نام ابتداءً مذهبی علماء کے دو مختلف گروهوں کے لیے استعمال کیئے گئے تھے ۔ ایک گروه مآخذ نقلی کے مطالعه میں منہمک تھا جبکه دوسرا گروه قانون کے عملی پهلوؤں پر اپنی توجّه زیاده مرکوز کر رها تھا ۔ بعد کے دور میں یه دونوں نام بتدریج اصطلاح کی حیثیت اختیار کرتے هوئے قانونی اخذ و استنباط کے دو بالکل مختلف طریقوں کی نشاندهی کرنے لگے اور یوں اهل الرائے اور اهل الحدیث کے درمیان اُس اختلاف و کشمکش کا آغاز هوا جو دوسری صدی کے فقهاء کے یهاں صاف طور پر نظر آتی ہے ۔

ای سخاؤ کے بعد همارے میدان میں داخل هونے والی دوسری اهم یورپی شخصیت اگناز گولڈ زیهر ہے ۔ اس کی کتاب:

"Die Zahiriten , ihr Lehrsystem und ihre Geschichte"

۱۸۸۴ ء هی میں منظر عام پر آ چکی تھی (۲) ۔ بلاشبه اپنے موضوع پر یه کتاب ایک عمده اور اوّلین کام کی حیثیت رکھتی ہے ۔ لیکن اس کا اصل موضوع تحقیق وه ظاهری مکتب فکر ہے جسے داؤد بن علی بن خلف الظّاهری (۲۷۰ هـ) کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ۔ اس اعتبار سے مصنّف کا اصل دائره بحث و تمحیص تیسری صدی هجری سے شروع هوتا ہے ، تاهم اس نے ظاهری مکتب فکر کے آغاز سے قبل کا پس منظر دکھاتے هوئے کتاب کے ابتدائی اڑهائی ابواب میں دوسری صدی هجری کی فقهی صورت حال کے بعض پهلوؤں پر ضمناً روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے ۔ مصنّف سخاؤ کے درج بالا نظریه کو بنیاد بناتے هوئے اس دور کے پورے فقهی ارتقاء کو رائے اور حدیث کے درمیان کشمکش کے زاویه نگاه سے دیکھنے کی کوشش کرتا ہے چنانچه وه اپنے اس خیال کا اظهار کرتا ہے که فقه کے قدیم مذاهب اپنی تشکیل و ساخت کے ابتدائی ایّام هی سے اس امر میں باهم

مختلف تھے کہ کسی خاص مسئلہ میں اسلامی حکم کو متعین کرتے وقت کس حد تک رائے کو ایک مؤثر عامل کی حیثیت دی جا سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں اس کے نزدیک ابو حنیفہؒ (۱۵۰ ھ) اور داؤد بن علی بن خلف الظّاہری (۲۷۰ ھ) دو انتہائی نقطہ ہائے نظر کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں۔

فقہی مسائل میں رائے کے عمل دخل کے آغاز کو متعین کرنے کی کوشش میں مصنّف شہرستانی کے مشہور جملے ,,النّصوص اذا کانت متناهیه والوقائع غیر متناهیة وما لایتناهی لایضبطه مایتناهی،، (نصوص محدود اور مسائل زندگی لامحدود ہیں لہذا محدود لامحدود کا احاطه نہیں کر سکتا) کا حواله دیتے ہوئے اس خیال کا اظہار کرتا ہے که مآخذ کی کوتاہ دامنی ہی دراصل رائے اور فکرونظر کے استعمال کے آغاز کا اصل سبب بنی چنانچه عملی مسائل سے دوچار ہونے والا فقیه نئے مسائل کے حل کے لیے مقدّس قانونی مواد کی روح و غرض کو سامنے رکھتے ہوئے ذاتی فکر و نظر اور رائے کے استعمال پر مجبور ہوگیا۔ قانونی بنیادوں میں توسیع کا دباؤ اتنا شدید تھا که مصنّف کے بقول خود محامیان حدیث(Advocates of Traditions)کوبھی غیر ارادی طور پر ہی سہی ، مگر رائے کی مداخلت کو بہرحال تسلیم کرنا پڑا تاہم، مصنّف کی توجیه کے مطابق، اس کی صورت یه تھی که یه حضرات ہر قضیه میں حدیث سے اِستناد کی خواہش کے پیش نظر ایسی احادیث کی زیادہ تحقیق و تفتیش نه کرتے تھے جو کسی قانونی مسئله میں سند کا کام دے رہی ہو چنانچه اس سلسله میں وہ ابو داؤد کو مثال کے طور پر پیش کرتا ہے اور کہتا ہے که اگر انہیں کسی قانونی موضوع پر زیادہ مستند احادیث نہیں مل پاتی ہیں تو وہ ضعیف ترین احادیث کو بھی اپنی سنن میں شامل کر لینا گوارا کر لیتے ہیں۔ مصنّف کے خیال میں

بہت ساری جھوٹی احادیث کے پسِ پشت رائے کے استعمال سے، خواہ ظاہری طور پر ہی سہی، بچنے کا جذبہ کام کر رہا تھا ، یہ دوسری بات ہے کہ یہ عمل فی الحقیقت حدیث کے لباس میں رائے کے استعمال ہی کی ایک شکل تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس طور پر رائے اور فکرونظر کی مداخلت نے بعد کے دور میں بتدریج قیاس کی منطقی شکل کو اختیار کر لیا ۔ گولڈ زیہر کے مطابق قیاس کی منطقی شکل نے اگرچہ رائے کے آزادانہ استعمال کو اِنتہائی تنگ حدود میں مقیّد کر دیا تھا لیکن بعد کے دور میں حنفی فقہاء کے نظریہ استحسان نے اِن پابندیوں کو رائے کے آزادانہ استعمال کے حق میں عملاً معطّل کر دیا ۔

رائے ، قیاس اور استحسان کا باضابطہ مآخذ قانون کی حیثیت سے استعمال کس زمانے میں شروع ہوا؟ ابو حنیفہؒ کے یہاں قانونی استنباط میں Speculative Components کا کس حد تک استعمال کیا گیا اور انھیں روایتی قانونی مآخذ کے مقابلہ میں کیا درجہ دیا گیا یہ اور اسی قسم کے دوسرے سوالات گولڈ زیہر اگرچہ قائم تو کرتا ہے لیکن اس کے نزدیک اسلامی قانون کی تاریخ سے متعلق غیر جانبدارانہ مواد کی عدم دستیابی کے باعث ان سوالات کا جواب دینا آسان نہیں ہے۔ تاہم وہ درج ذیل دو نتائج نکالنے میں اپنے آپ کو حق بجانب محسوس کرتا ہے۔

١ ۔ ابو حنیفہؒ سے قبل Speculative Jurisprudence اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا ۔

٢ ۔ ابو حنیفہؒ نے قیاس کی بنیاد پر اسلامی قانون کو مرتّب کرنے کی پہلی منظم کوشش کی تھی ۔

گولڈ زیہر کے نزدیک ابو حنیفہؒ کے زمانے میں جہاں ایک طرف قیاس کی بنیاد پر فقہ کی تنظیم عملاً ممکن ہو گئی تھی وہاں دوسری طرف قیاس کے اصول اور قانون میں اسکے انطباق کی منظّم مخالفت

کے لیے بھی میدان ھموار تھا ۔ لہٰذا ابو حنیفہؒ کی درج بالا علمی کوشش ان کے روایت پسند ھمعصروں کے یہاں بہت کم مقبولیت حاصل کر سکی تھی ۔ ابو حنیفہؒ کا طریقہ قیاس اس رجحان کی نشاندھی کر رھا تھا کہ اس وقت موجود مآخذ نقلی(Transmitted Sources) مسائل کے حل کے لیے کافی نہیں ھیں لہٰذا قانونی پریکٹس اور قابل تصّور عملی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ان مآخذ سے آگے جانا ھو گا اس کوشش کو علم الحدیث کے مقابلہ میں فقہ کا نام دیا گیا تھا اور مخالفین کی طرف سے اس کی سخت مزاحمت کی جارھی تھی ۔

کتاب کے دوسرے باب میں ابوحنیفہؒ کو رائے ، قیاس، تعلیل اور استحسان کے علمبردار کی حیثیت سے پیش کرنے کے بعد گولڈ زیہر تیسرے باب میں شافعیؒ کو ایک ایسی شخصیت کی حیثیت سے پیش کرتا ہے جو قیاس کے مقابلہ میں حدیث کی طرف شدید رجحان کے زیر اثر ابھرتی ہے لیکن کیونکہ اس وقت تک رائے فقہ کے ایسے مؤثّر جز کی حیثیت اختیار کر چکی تھی جسے اب نکالنا ممکن نہ تھا لہٰذا شافعیؒ رائے اور قیاس کے استعمال کو اصولوں اور ضابطوں میں مقّید کرنے کی کوشش کرتے ھیں اور یوں اصول فقہ کی بنیاد ڈال دی جاتی ہے اور اسی لیے انھیں فنّ اصول فقہ کا بانی سمجھا جاتا ہے ۔

درج بالا بحث کے بعد گولڈ زیہر اپنا رخ داؤد بن علی بن خلف الظّاھری کی طرف موڑ دیتا ہے جن کا مکتب فکر ھی اس کی کتاب کا اصل موضوع ہے ۔ گولڈ زیہر انھیں شافعیؒ کے متّبعین میں انتہائی دائیں بازو کے ایک ایسے علمبردار کی حیثیت سے پیش کرتا ہے جو نہ صرف حدیث کی طرف شدید ترین رجحان کا حامل ہے بلکہ قانونی معاملات میں رائے اور قیاس کے جواز ھی کا سرے سے انکار کر دیتا ہے (۳) ۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اسلامی فقہ کے ابتدائی

ارتقـاء کی مـذکورہ بالا بظاہر منطقـی تصویر کو بیان کرنے کے لیے گولڈ زیہر نے بہت بعد کے مآخذ کا مطالعہ کیا ہے وہ کہیں بھی ابتدائی مآخذ کے حوالے دیتا نظر نہیں آتا۔ ممکن ہے اسے یہ مآخذ بآسانی دستیاب نہ ہوں۔ تاہم اِس امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ بعـد کے مآخذ کے مطالعہ میں گولڈ زیہر اگرچہ غیر شعـوری طـور پر سہی تاھـم اس جانبدارانہ رجحان سے مـتأثر ہو گیا ہوگا جـو ابوحنیفہؒ کے متعلق بعد کے دور میں بوجوہ پیدا ہو گیا تھا۔ بعد کے مآخذ ابو حنیفہؒ کی ایک ایسی تصویر پیش کرتے ھیں جسکے مطابق وہ نہ صرف یہ کہ فقہ میں رائے اور قیاس کے استعمال کے بڑے علمبردار تھے بلکہ علم الحدیث میں بہت کم واقفیت رکھتے تھے اسکے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسلامی فقہ کے ابتدائی ارتقاء سے متعلق گولڈ زیہر کی پیش کردہ مذکو رہ بالا توجیہ جوزف شاخت کے زمانہ تک مغربی مستشرقین کے یہاں اس سلسلہ میں سب سے اہم اور مدلّل توجیہہ سمجھی جاتی رہی ہے۔

مـذکورہ بالا کتاب کے علاوہ ھـمارے مـیدان سے بالواسطہ طور پر متعـلق گـولڈ زیہـر کا دوسـرا کام اس کی کتاب Muhammadanische Studien کا دوسـرا حصـہ ہے (۴)۔

مصنّف نے اس حصہ میں حدیث کے ابتـدائـی ارتقـاء کا تنقیـدی مطالعـہ کیا ہے۔ اس کا نتیجہ تحقیق یہ ہے کہ حدیث لٹریچر دراصل اسلامی نظریات کے ارتقاء کے مختلف مراحل کی نشاندھی کرتا ہے اور اس اعتبار سے قدیم دور کے مطالعہ و تحقیق کے لیے ایک بڑی بنیاد فراہم کرتا ہے تاہم وہ اس بات کی بھرپور تردید کرتا ہے کہ احادیث میں سے اکثر کی نسبت زمانہ رسولؐ کی طرف صحیح ہو سکتی ہے۔ اس کے خیال میں بعد کے دور میں فقہاء کے یہاں یہ شدید رجحان پیدا ہو گیا تھا کہ فقہی نظریات اور نتائج کو لوگوں میں مقبول اور

قابل اتباع بنانے کے لیے انھیں ذات رسولؐ کی طرف منسوب کر دیا جائے چنانچہ اس کے خیال میں جعلی احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ اسی محرک کے تحت وجود میں آگیا ہوگا گولڈ زیہر کے اس نظریہ نے بعد کے مستشرقین پر گہرے اثرات مرتّب کیے اور بقول شاخت ,,اس کی یہ دریافت اسلامی فقہ کے ارتقاء سے متعلق ہَر تحقیقی و تفتیشی کام کے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت اختیار کر گئی ۔،، (۵) مارگولیوتھ (Margoliuoth) ھرگرونجے (Huregronje) لیمنز (Lammens) گلیوم (Guilaum) اور وینسنک (Wensinck) سب نے اپنی تحقیقات میں گولڈ زیہر کے درج بالا خیالات کی خوشہ چینی کی ہے ۔ (٦)

گولڈ زیہر کے بعد جن حضرات کا کام ہمارے میدان سے ضمنی طور پر متعلق سمجھا جا سکتا ہے ان میں ڈی، بی میکڈانلڈ، سی ایس ھرگرونجے، مارگولیوتھ، لیمنز اور اغنی دیس کا نام شامل کیا جا سکتا ہے اگرچہ ان حضرات نے اسلامی قانون کی ابتدائی تاریخ کے میدان میں کوئی نمایاں کام تو نہیں کیا تاھم اپنی عمومی اور خصوصی تحقیقات میں بعض ایسے سوالات سے بحث کی ہے جو ضمناً اسلامی قانون کی تاریخ سے متعلق کہے جا سکتے ھیں ۔

ڈی بی میکڈانلڈ نے اپنی کتاب ۔ The Development of Muslim Theology, Jurisprudence and constitutional Theory.

کے ابتدائی دو ابواب (۷) مسلم قانون کے ارتقاء کی وضاحت کے لیے وقف کیے ھیں تاھم اس حصہ میں وہ ابتداء سے آج تک کے طویل دور کو موضوع بناتا ہے اور اس پورے دور میں مسلم قانونی ارتقاء کا عمومی خاکہ کھینچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی یہ کوشش مغرب میں اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لیے ابتدائی مفروضات (Hypotheses) کی فراھمی کی حد تک ھو سکتا ہے ممد ثابت ھوتی ھو

کیونکہ جہاں تک شہادتوں کی فراہمی یا مآخذ کی متعیّن نشاندھی کا تعلق ہے اس نے اسے بالکل نظر انداز کیا ہے (۸)۔

ثانی الذکر مستشرق سی ایس ھرگرونجے اپنی علمیت اور اھلیت کے اعتبار سے اپنے دور کے مستشرقین میں ممتاز حیثیت کا حامل تھا وہ اگرچہ اپنے کئی مضامین میں اسلامی قانون کے مختلف پہلوؤں کو موضوع بناتا ہے۔ جن میں ,, The nature of Islamic Law " (اسلامی قانون کی نوعیت) The Foundations of Islamic Law (اسلامی قانون کی بنیادیں) اور Islamic Law and Custom (اسلامی قانون اور رسوم و رواج) جیسے عنوانات شامل ھیں (۹)۔ لیکن بحیثیت مجموعی یہ مضامین محض تعارفی نوعیت کے حامل نظر آتے ھیں۔ کہیں کہیں ان مضامین میں اسلامی قانون کے ارتقاء سے متعلق بھی کچھ ریمارکس موجود ھیں تاھم ایسا محسوس ھوتا ہے کہ اس ضمن میں مصنّف محض اپنے پیشروؤں کے نتائج تحقیق پر اکتفا کر رھا ہے اور اس سلسلہ میں اپنی کسی تحقیقی کاوش کا ثبوت پیش نہیں کرتا۔ تاھم اس کا مضمون ,, La Zakat " (قانون زکوٰۃ) ایک استثنائی حیثیت کا حامل ہے۔ اس مضمون میں اس نے ابتدائی عہد میں قانون زکوٰۃ کے ارتقاء کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے (۱۰)

تاھم اسکی یہ کوشش خصوصیت کے ساتھ صرف عہد رسالت کے مطالعہ تک محدود ہے۔ ھمارے نزدیک اس مضمون کی اصل امتیازی حیثیت یہ ہے کہ اس میں مصنّف عہد رسالت میں قانون زکوٰۃ کے ارتقائی مراحل کو متعین کرنے کے لیے غالباً پہلی بار قرآن کو اولین ماخذ کی حیثیت سے اختیار کرتا ہے۔ وہ قرآن میں یہ مطالعہ کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ نزولی ترتیب کے اعتبار سے زکوٰۃ اور صدقہ کے الفاظ کس طرح اور کس مفہوم میں استعمال ھوتے رہے اور پھر اسکی

بنیاد پر وہ کچھ نتائج اخذ کرتا ہے۔ اس طریقہ کو اصولی طور پر خاصی اصلاح و ترمیم کے ساتھ ہم نے بھی اپنی کتاب:

Early Development of Zakat Law and Ijtihad

میں اختیار کیا ہے۔ تاہم ہمارے نتائج ہر گرونجے کے نتائج سے بالکل مختلف ھیں (۱۱) ۔ ثالث الذکر شخصیت مارگولیوتھ کا کام مقدّم الذکر دونوں حضراتؒ کے مقابلے میں ہمارے میدان سے نسبتاً زیادہ متعلّق سمجھا جا سکتا ہے (اگرچہ محض بالواسطہ طور پر) اس کی کتاب **The Early Development of Muhammadenism** میں جو فی الواقع اسکے لیکچرز کا مجموعہ ہے ، (۱۲) ابتدائی تین لیکچرز قرآن اور نظریہ سنّت کے تنقیدی مطالعہ پر مشتمل ھیں ۔ قرآن بحیثیت اساس اسلامی کے عنوان سے ابتدائی دو لیکچرز میں وہ یہ تاثّر دینے کی کوشش کرتا ہے کہ بذات خود یہ تصور کہ قرآن اسلام کی اساس ہے ابتدائی ایام میں بتدریج ارتقاء پذیر ھوگا ۔ اپنے اس ابتدائی مفروضہ کو ثابت کرنے کے لیے وہ بحث کی ابتداء اسطرح کرتا ہے کہ اسلام قوّت و تلوار کے زور سے نافذ کیا گیا تھا اور اسکی ابتدا ایک خفیہ تنظیم کے ذریعہ ھوئی اور اس تنظیم میں اصل اتھارٹی کی حیثیت رسول صلعم کی ذات کو حاصل تھی اور انھی کے واسطے سے خدا کے احکامات لوگوں تک پہنچتے رہے۔یہ احکام عبادات ، اخلاق اور سیاست سے متعلق تھے ، انسانی زندگی کی نوعیّت اور مسلسل پیدا ھونے والے نئے سوالات کے باعث ان احکام کو مستقل اور ابدی حیثیت کا حامل ھونے کے بجائے وقتی اور ھنگامی نوعیت کا ھونا چاھیئے تھا اس سلسلہ میں اپنے استدلال کی بنیاد وہ درج ذیل دو فرضی امور پر رکھتا ہے۔

۱ ۔ قرآن کے مضامین بیک وقت نازل ھونے کے بجائے ۲۳ سالہ عرصہ میں حالات اور واقعات کے مطابق مختلف

ٹکڑوں کی صورت میں بتدریج نازل شدہ بتائے جاتے ہیں لہذا ان کی نوعیت ایسی نہ تھی جو ابدی حیثیت کی حامل ہے ۔

٢ ۔ رسول کی زندگی میں مختلف مواقع پر نازل ہونے والے قرآن کے خطبوں کی حفاظت اور تدوین کا زیادہ اہتمام نہ کیا گیا تھا اور رسول صلعم کی وفات کے وقت تک وہ نامکمل اور غیر مستقل حالت میں تھا ۔ رسول صلعم کی وفات کے بعد اسے مدّون کیا گیا ۔

درج بالا دونوں امور سے مارگولیوتھ یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ رسول صلعم کی وفات کے بعد کیونکہ مسلم معاشرہ رسولؐ کی اس زندہ شخصیت سے محروم ہوگیا تھا جسے اصل عملی اتھارٹی کی حیثیت حاصل تھی ۔ اس خلا کو قرآن کے ذریعہ پورا کیا گیا ۔ رسول صلعم کی زندگی میں قرآن نامکمل تھا، اس کے احکام ہر روز تبدیل ہو سکتے تھے لیکن رسول صلعم کی وفات کے بعد یہ ہمیشہ کے لئے Steryotype ہوگئے، چنانچہ قرآن کی تدوین کی طرف توجہ کی گئی ۔ تاہم وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ رسول صلعم کی وفات کے بعد مدّون ہونے کے باوجود مضامین ، اندرونی شہادتوں اور تاریخی واقعات کے تقابل کی بنیاد پر ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ موجودہ قرآن بعینہ وہی ہے جو رسول صلعم کے زمانہ میں رسول صلعم کی زبان سے پیش کیا گیا تھا ۔

قرآن کو درج بالا حیثیت دینے کے بعد وہ اپنی بحث کا رخ اسطرف موڑتا ہے کہ قرآن کو ایک مجموعہ میں جمع کرنے کی پشت پر خواہ یہ مقصد ہی کیوں نہ کام کر رہا ہو کہ اسے عبادات، اخلاقیات اور قانو ن کے لیے مدوّنہ کے طور پر استعمال کیا جائے تاہم اسکی افادیت یقینی طور پر محدود تھی ۔ ایک طرف تو اس

میں مضمون کے اعتبار سے کوئی ترتیب نہ تھی اور کسی بھی مضمون کو دیکھنے کے لیے پورے قرآن کو دیکھنا پڑتا تھا ۔ دوسری طرف ایک ہی مضمون سے متعدد اور بعض اوقات متضاد احکام و ہدایات اخذ کیے جا سکتے تھے اور تیسری طرف قرآن کی قانون سازی نامکمّل تھی اور بہت سارے موضوعات پر سرے سے کوئی ہدایت موجود نہ تھی لہذا اس خلاء کو پر کرنے کے لیے کسی سپلیمنٹ کی ضرورت تھی چنانچہ اپنے تیسرے لیکچر میں The legal Supplement کے عنوان سے وہ یہ دکھانے کی کوشش کرتا ہے کہ درج بالا خلاء کو سنّت یا رسوم و رواج کے ذریعہ پر کیا گیا، یہ فی الواقع صرف ایک شخصیت یعنی رسول صلعم کی سنّت نہ تھی بلکہ ماقبل اسلام کے رسوم و رواج تھے ۔ جسمیں قرآن نے ترمیم کر دی تھی ۔

بعد کے دور میں یعنی دوسری صدی ہجری میں ان رسوم و رواج کو حجّت کی حیثیت دینے اور تنفیذی قوت عطا کرنے کے لیے سنت رسول کا نظریہ پروان چڑھایا گیا اور پھر اسکی نسبت رسول کی طرف صحیح ثابت کرنے کے لیے حدیث و اسناد کا میکانکی نظام گھڑ ڈالا گیا ۔ (۱۳)

مارگولیوتھ کے بعد لیمنز نے بھی اپنی کتاب Islam ; beliefs and Institutions میں محض مارگولیوتھ کے خیالات کی پیروی کی ہے (۱۴) ۔ مؤخر الذکر شخصیت اغنی دیس نے اپنی کتاب :

Muhammaden Theories of Finance

کے شروع میں ایک طویل مقدمہ بھی تالیف کیا ہے (۱۵) ۔ اس مقدمہ میں وہ ڈی بی میکڈانلڈ کی طرح اسلامی قانون کی تاریخ کا عمومی خاکہ کھینچتا ہے ۔ تاہم وہ فقہ اور اصول فقہ کے ابتدائی ارتقاء سے متعلق اس روایتی نقطہ نظر کو بھی پیش کر دیتا ہے جو مسلم فقہاء کی کتابوں میں عام طور پر ملتا ہے ۔ بحیثیت مجموعی

اسکا یہ مقدمہ محض تعارفی نوعیت کا ہے اور حوالوں سے خالی ہے۔

مذکورہ بالا مستشرقین کے بعد اسلامی قانون کی ابتدائی تاریخ کے میدان میں جوزف شاخت جیسی مشہور شخصیت نے قدم رکھا۔ یہ شخص اپنی وسعت معلومات اور قابلیت کی بناء پر مغربی استشراق میں جو مقام رکھتا ہے اسکا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ اسکی کتاب۔ The Origins of Muhammaden Jurisprudence آج مغرب میں ایک Classic Piece of Research (مثالی نمونہ تحقیق) کی حیثیت رکھتی ہے اور ۱۹۷۵ء تک چار مرتبہ شائع ہو چکی تھی۔ شاخت کے کام کا ایک قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ وہ حدیث اور سنت سے متعلق اپنے پیشرو گولڈ زیہر کے Thesis کو انتہائی چابکدستی اور ہوشیاری سے پھیلا کر ابتدائی دور میں اسلامی فقہ کے پورے ارتقاء کی توجیہہ کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہو کہ اس نے گولڈ زیہر کے مذکورہ بالا Thesis کو اسکی ایسی انتہائی حدود تک پہنچا دیا جو غالباً خود گولڈ زیہر کے ذہن میں نہ تھیں۔ حدیث و سنت کے متعلق تمام شکوک و شبہات کے باوجود گولڈ زیہر کم از کم اس خیال کا حامی ضرور تھا کہ احادیث کا ذخیرہ اگرچہ اسکا تھوڑا ہی حصہ سہی عہد رسالت سے موجود رہا ہوگا۔ رسول صلعم کی طرف احادیث کے موجودہ صحیفوں کی نسبت صحیح نہ سمجھنے کے باوجود وہ اس امکان کو مسترد نہیں کرتا ہے کہ احادیث کے غیر منضبط ریکارڈ عہد رسالت میں موجود رہے ہوں گے۔ (۱۶) اسکا اصل استدلال جن خطوط پر چلتا ہے وہ یہ ہیں کہ رسول صلعم کے بعد ان کی طرف منسوب احادیث کے ذخیرہ میں نسلاً بعد نسلٍ اضافہ ہی ہوتا چلا گیا لہذا احادیث کا ذخیرہ اسکے خیال میں مسلم اعتقادات اور قانون کے ارتقاء کے مختلف درجوں اور

اکثر اوقات متضاد نظریات کی عکاسی کرتا ہے۔ چنانچہ تیسری صدی میں اسکے بقول احادیث کی Final Recorded Products رسول اکرم صلعم کی اصل تعلیمات اور اسوۂ کو جاننے کے لیے ایک ماخذ کی حیثیت سے قطعاً ناقابل اعتماد ھیں ۔ لیکن ایسا محسوس ھوتا ہے که احادیث سے متعلق گولڈ زیہر کی ارتیابیت اور تشکک (Scepticism) کو شاخت اس انتہائی حد تک پہنچانا چاھتا ہے که ھر قانونی حدیث کو لازماً جھوٹا ھی تصور کیا جائے ۔ شاخت نے فی الحقیقت مارگولیوتھ کی طرف سے پیش کردہ رجحانات کو آگے بڑھایا ہے اور اس کا استدلال جن خطوط پر چلتا ہے وہ یہ ھیں کہ ۔

۱ ۔ دوسری صدی ھجری کے تقریباً وسط تک احادیث رسول صلعم کا کوئی وجود نہ تھا ۔

۲ ۔ اس وقت تک سنت یا رسوم و رواج رسول صلعم کی سنت نہ تھی بلکه معاشرہ کی سنت تھی اور بنیادی طور پر رائے کے آزادانہ استعمال اور فقہاء کی نظروفکر کا نتیجہ تھی ۔

۳ ۔ احادیث کے مقابلہ میں اور رائے کے حق میں فقہاء کی مزاحمت کا اصل توڑ شافعیؒ کی کوششوں کے ذریعہ ممکن ھوا ۔ شاخت کے بقول شافعیؒ نے اسلامی Legal Theory میں پہلی مرتبہ سنت رسول کا باضابطہ تصوّر شامل کیا ۔ (۷)

شاخت کے درج بالا خیالات کو مغربی مستشرقین نے عام طور پر تسلیم کر لیا ہے اسکے علاوہ کچھ مسلم علماء بھی اسکے خیالات سے بوجوہ متاثر ھوئے بغیر نہ رہ سکے ھیں ۔ لیکن مسلم اسکالرشپ کی دنیا میں نہ صرف یہ کہ شاخت کے خیالات کی عام طور پر جذباتی

تردید ہوئی ہے بلکہ اسکے ساتھ ساتھ بعض جید اور جدید مسلم اسکالرز کی طرف سے مسکت اور مضبوط استدلال کے ساتھ شاخت کے نظریات کی بھرپور تردید کی گئی ہے۔ ان حضرات میں ڈاکٹر فضل الرحمن، (۱۸) ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری، (۱۹) ڈاکٹر احمد حسن (۲۰) اور ڈاکٹر مصطفی اعظمی (۲۱) کا نام شامل کیا جا سکتا ہے۔یہ تمام حضرات خود مغربی درسگاہوں ہی کے تعلیم یافتہ ہیں اور ان کے پیش کردہ کام انگریزی زبان میں ہیں اور یقینی طور پر مغربی مستشرقین کے ہاتھوں تک پہنچ چکے ہیں۔

شاخت کے بعد اسلامی قانون کی ابتدائی تاریخ کے میدان میں کسی مستشرق کی طرف سے کوئی اہم تحقیقی کام سامنے نہیں آسکا ہے۔ اگرچہ این جے کولسن نے اپنی کتاب ۔ A History of Islamic Law (مطبوعہ ۱۹٦۴ء) کے ابتدائی حصہ میں شرعی قانون کی تاریخی اصل کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس میدان میں موجود معلومات میں اسے ایک اضافہ قرار دینا مشکل ہے۔ شاید خود بھی اسکا مقصود یہ نہیں ہے کیونکہ وہ اس کا اعتراف کرتا ہے کہ اس کی کتاب کا مقصد محض اتنا ہے کہ اس میدان میں مغربی اسکالرشپ کی موجودہ پوزیشن کو دکھا دیا جائے (۲۲)۔ تاہم یہ بات ہرگز کم اہم نہیں ہے کہ کولسن نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس میدان میں مزید تحقیق و تفتیش کی ضرورت کا برملا اظہار کیا ہے۔ وہ اس میدان میں مغربی اسکالرشپ کا جائزہ لیتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ شریعت یا وہ قانون جسے روایتی فقہاء پیش کرتے رہے ہیں اور اسکے مقابلے میں وہ Positive Law جو مختلف مسلم معاشروں میں نافذ رہا ہے، کے درمیان ایک خطِ فاصل پایا جاتا ہے۔ اسکے نزدیک یہ خط فاصل تاریخی تحقیق کی ایک ممکن العمل بنیاد بن سکتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ اس خدشہ کا اظہار بھی کرتا ہے کہ عدالتی نظائر کا باقاعدہ

ریکارڈ نہ ہونے کے باعث اس قسم کی تحقیق خاصی مشکل ہو سکتی ہے۔ اس کے نزدیک بعض مستشرقین کے کاموں سے اگرچہ ان خطوط پر کچھ روشنی پڑتی تاہم یہ بات کہ کسی خاص دور اور خاص علاقہ میں Ideal Law کس حد تک عملاً نافذ کیا جا سکا ایک ایسا سوال ہے جسے وہ اسلامی قانون کے بارے میں مغربی معلومات کا ایک خلاء قرار دیتا ہے۔ (۲۳)

کولسن کے بارے میں ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ وہ احادیث کے بارے میں شاخت کے نقطہ نظر کو عمومی طور پر صحیح سمجھنے کے باوجود اسکی اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے کہ فقہی یا قانونی مواد کی حامل ہر حدیث کی نسبت رسول صلعم کی طرف لازماً غلط ھی تصور کی جائے وہ اس بات میں منطقی جھول کی وضاحت کرنے کے بعد یہ موقف اختیار کرتا ہے کہ ,,رسول صلعم کی طرف منسوب قانونی مواد کی حامل ہر حدیث کو عارضی طور پر اس وقت تک قبول کر لیا جائے جبتک اس کا جھوٹا ہونا شہادتوں سے ثابت نہ ہو ,,کولسن کا یہ موقف شاخت کے موقف سے بنیادی طور پر مختلف ہے کیونکہ شاخت کااساسی موقف یہ تھا کہ ,,رسول صلعم کی طرف منسوب قانونی مواد کی حامل ہر حدیث کو غلط اور بعد کے دور کی پیداوار سمجھا جائے۔ الا یہ کہ شہادتوں سے اسکے برخلاف ثابت ہو،،۔

درج بالا سطور میں ہم نے زمانی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے تقریباً ان تمام اہم کاموں کا ذکر کر دیا ہے جو اسلامی قانون کی ابتدائی تاریخ کے میدان میں مستشرقین کی جانب سے پیش کیئے گئے ھیں۔ اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ ان حضرات میں کون اسلام کی جانب زیادہ ذھنی تعصّب رکھتا ہے اور کون کم یا یہ کہ کون خلوص نیت سے غلط نتائج پر پہنچا ہے اور کس نے قصداً غلط نتائج

پیش کرنے کی کوشش کی ہے (۲۵)۔ جو بات بلاتکلف تمام مستشرقین کے بارے میں کہی جا سکتی ہے وہ ان کے مخصوص طریقہ تحقیق کے بارے میں ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا کاموں کے تفصیلی جائزے سے ظاہر ہے کہ تقریباً ان تمام ہی حضرات نے اپنی تحقیقات کے لیے چند مفروضات قائم کیئے ہیں اور پھر ان کی بظاہر صداقت ثابت کرنے کے لیے کچھ دلائل تلاش کر لیے ہیں ۔ اسلامی قانون کی ابتدائی تاریخ اپنے پس منظر میں انتہائی متنوّع سیاسی و معاشی حالات اور مختلف الجہات معاشرتی تبدیلیوں کی موجودگی کے باعث ایک پیچیدہ مضمون ہے۔ اس پیچیدہ مضمون کی گتّھیوں کو سلجھانے کے لیے مذکورہ بالا روایتی طریقۂ تحقیق اس مقالہ نگار کے نزدیک از کار رفتہ ہو چکا ہے۔ بالخصوص اس میدان کی مخصوص نوعیّت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ جہاں بعض اوقات متضاد مفروضات کو مثبت طور پر ثابت کرنے کے لیے دلائل کا حصول ممکن ہے مذکورہ بالا طریقۂ تحقیق قطعاً مناسب نہیں معلوم ہوتا ۔ پھر اِس میدان سے متعلق ایک اور اہم حقیقت یہ ہے کہ ابتدائی تین صدیوں کے دوران مسلم معاشرہ میں جو قوانین نافذ رہے ہیں ان کی کوئی مثبت اور مفصّل تاریخ موجود نہیں ہے اور نہ ہی اب تک اس جہت میں کوئی سنجیدہ تحقیق کی گئی ہے۔ اس بنیادی کام (Spade Work) کے بغیر جو رسپروڈنس سے متعلق بعض نظریات کے ارتقاء یا باہم ٹکراؤ کا مطالعہ غلط نتائج تک پہنچانے کے بہت زیادہ امکانات رکھتا ہے۔ لہذا اس مقالہ نگار کے نزدیک اس میدان تحقیق کی اوّلین ضرورت یہ ہے کہ پہلے ابتدائی تین صدیوں میں مسلم معاشرہ میں نافذ مثبت اور مفصّل قوانین کی علیحدہ علیحدہ اصل اور واقعی تاریخ دریافت کی جائے ۔ دوسری صدی ہجری میں مرتّب ہونے والی احادیث آثار، اور فقہی فتاویٰ کے بعض مجموعے

جو اَب تک مخطوطات کی صورت میں تھے حال ھی میں شائع ھو چکے ھین اور اسطرح محققین کے سامنے کافی نیا مواد آ چکا ہے اس وسیع مواد اور مآخذ تاریخ دونوں کے تنقیدی مطالعہ سے آج یہ ممکن ہے کہ ان قوانین کی علیحدہ علیحدہ اور مفصّل تاریخ دریافت کی جا سکے (۲٦) اس قسم کے مطالعہ و تحقیق کے لیے ایک سہل العمل اور واضح خط بھی موجود ہے وہ یہ ہے کہ ابتدائی زمانے ھی سے اسلامی قانون دو مختلف عناصر ترکیبی کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے ۔ ایک الہامی یا وحی کے ذریعہ آیا ھوا عنصر اور دوسرا انسانی عنصر ۔ اسلامی فقہ کی تشکیل و ساخت میں یہ دونوں عناصر ابتدائی دن سے موجود ھیں اوّل الذکر عنصر کے بارے میں ممکن ہے ایک غیر مسلم یہ ماننے کے لیے تیار نہ ھو کہ وہ لازماً خدا ھی کی طرف سے نازل ھوا ہے لیکن اس تاریخی حقیقت سے انکار کون کر سکتا ہے کہ وہ رسول صلعم کی طرف سے اِسی طور پر پیش کیا گیا تھا ۔ اور مسلم معاشرہ کی نظر میں پہلے ھی سے (اللہ کی طرف سے) تیار شدہ تھا جسے انسانوں کو صرف اسے وصول کرنا اور اسپر عمل کرنا تھا اس کے مقابلہ میں دوسرا حصہ وہ ہے جو پہلے سے تیار شدہ نہیں بلکہ اپنی تشکیل و ساخت کے ھر مرحلہ پر انسانی عمل کا متقاضی ہے ۔ یہ انسانی عمل وحی شدہ حصہ کی تشریح و تعبیر کے طور پر بھی ھو سکتا ہے اور اسکی بنیاد پر کسی نئے حکم کے استنباط کی صورت میں بھی اور اسکے علاوہ مجموعی طور پر وحی شدہ حصہ کی عمومی روح سے عدم منافات کی نسبت رکھتے ھوئے بالکلیہ نئی قانون سازی کی صورت میں بھی ۔ اِس انسانی عمل کو بعد میں فقہی اصطلاح کے طور پر اجتہاد کا نام دیا گیا ۔ اس اعتبار سے اسلامی فقہ میں وحی شدہ اور غیر وحی شدہ حصہ کی تفریق ابتدائی دِن سے ھی موجود ہے ۔ یہ تفریق تاریخی

تحقیق کے لیے ایک سہل العمل بنیاد فراہم کرتی ہے۔اس بنیاد پر آغاز کر کے مطالعہ و تحقیق کو آسانی کے ساتھ ان خطوط پر آگے بڑھایا جا سکتا ہے کہ مؤخر الذکر حصّہ کی تشکیل و ساخت میں اجتہاد و استنباط کے کیا اصول اختیار کیئے گئے ۔ اور بدلتے ہوئے حالات اور زمانہ کا کیا اثر پڑا اور مختلف نئے مسائل کا سامنا کسطرح کیا گیا ۔ اس قسم کا مطالعہ نہ صرف یہ کہ مسلم نقطۂ نظر سے بہت اہم ہے بلکہ خود اس مغربی نقطۂ نظر سے بھی جو اسلامی معاشرہ کے ارتقاء پذیر مزاج کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے اُس اسلامی قانون کے ابتدائی ارتقاء کے مطالعہ کو نظر انداز نہیں کر سکتا ہے جو بقول جوزف شاخت خود اسلام کا اصل مغز اور بنیاد ہے (۲۷)

حوالہ جات

۱ ۔ وان کریمر ، الفرڈ

Von Kremer, Alford Culturegeschiohte des orients unter den Chilifen. 2 Bde. Wien, 1875-77.

سخاؤ ، ایڈورڈ ۔

Sachau, Eduard. Zur altesten Geschichte des Muhammadenischen Rechts. Akademic der Wissenschaften Wien. Philosophisch-hitorisch Klasse. Silzungberichte. Bd. 65 (1870), 669-723.

۲ ـ گولڈ زیہر، اگناز (۱۳۳۰ھ ـ ۱۹۲۱ء)

Goldziher, Ignaz (d. 1340/1921). Die Zahiriten; Thr Lehrsystem und ihre Geschichte, translated into English and ed. Wolfgang Behn, The Zahiris, their doctrine and their history (Leiden, 1971)

۳ ـ تفصیل کے لئے دیکھیئے ـ ایضاً، ص ۳ ـ ۲۷

۴ ـ گولڈ زیہر، اگناز

Goldziher, Ignaz, Muhammadanische Studien, ed. S.M. Stern. Translated into English, C.R. Barbar and S.M. Stern, Muslim Studies, Vol. II (London, 1971).

۵ ـ شاخت، جوزف (م ـ ۱۹۶۹ء)

Schacht, Joseph (d. 1969 A.D.) The Origins of Muahmmaden Jurisprudence (Oxford, 1966)., P. 4.

٦ ـ مارگولیوتھ، لیمنز اور ہرگرونجے کے کاموں کا تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے ـ
گلیوم اور وینسنک کے کام کی تفصیل کے لیے دیکھیئے ـ

Guillaum, The Traditions of Islam (Oxford, 1924 A.D.)

Wensinck, A Handbook of Early Muhammadan Traditions (Lieden, 1927).

۷ ـ میکڈانلڈ، ڈی ـ بی

Macdonald, Duncan B. Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory (Hartford, 1902-reprinted Lahore, 1972) pp. 65-117.

۸ ـ ایضاً ـ

۹ ـ ہرگرونجے کے مضامین کے لیے دیکھیئے ـ

Selected works of G. Snouck Hurgronje, ed. in English and French by G.H. Bosquet and J. Schacht (Leiden, 1957).

۱۰ ـ ایضاً، ص ـ ۱۵۰ ـ ۱۷۰

۱۱ ـ دیکھیئے ـ

Siddiqi, M.A.S. Early Development of Zakāt Law and Itihād (Karachi, 1981) pp.

۱۲ ـ مارگولیوتھ، ڈی، ایس.

Margoliouth, D.S., The Early Development of Mohammadonism (London, 1914).

۱۳ ـ ایضاً ص ـ ۳۵ ـ ۹۸

۱۴ ـ لیمنز، ایچ

Lammens, H., Islam: beliefs and institution, translated from French into English by E.Denison Ross, (London, 1929).

اس کتاب کا باب چہارم اور پنجم دیکھئے

۱۵ ۔ ایگناںڈز ، نکولاس پی ۔

Aghnides, Nichelas P:, Muhammadan Theories of Finance; with an introduction to Muhammadan Law and Biliography (New York, 1957).

۱۶ ۔ گولڈ زیہر ، مسلم اسٹیڈیز جلد دوم ، باب ۲ اور ۸

۱۷ ۔ شاخت ، اوریجنز آف محمدن جورسپروڈنس ۔ ص ۱۳۹

۱۸ ۔ فضل الرحمن

Fazlur Rehman, Islamic Method ology in History (Karachi, 1965).

مزید دیکھئے ان کی کتاب

Islam (chicago, 1966)

۱۹ ۔ ظفر اسحاق انصاری

Zafar Ishanq Ansari, The Early Development of Islamic Fiqah in Kūfa; with special reference to the works of Abu Yusuf and Shaybānī) (Ph.D. thesis, MC Gill University, 1966).

...... یہ مقالہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔

۲۰ ۔ احمد حسن

Ahmad Hasan, The Early Development of Islamic Jurisprudence (Islamabad, 1970).

۲۱ ۔ اعظمی ، محمد مصطفی ۔

A'zami, Muhammad Mustafa, Studies in Early Hadith Literature with a critical edition of some early texts (Indiana, 1978).

مزید دیکھئے ان کی کتاب

Studies in Hadith Methodolody and literature (Indiana, 1977)

۲۲ ۔ کولسن ، این ۔ جے :

Coulson, N.J., A History of Islamic Law (Edinburgh, 1964).

۲۳ ۔ کولسن ص ۲۳

۲۴ ۔ ایضاً ص ۔ ۶۳ ۔ ۶۵ ۔ ایک اور مستشرق ڈبلو منٹگمری واٹ نے بھی اسلام کے قدیم ماخذ کے بارے میں کچھ ایسا ہی نقطہ نظر اختیار کیا ہے۔ تاہم اس کا اصل مضمون سیرت ہے دیکھئے اس کی کتاب

(مطبوعہ آکسفورڈ ، ۱۹۶۸ء) کا مقدمہ صفحات تا -

Muhammad at Mecca - XVI to XI.

۲۵ ۔ اس مقالہ میں اس قسم کا تجزیہ ہمارے پیش نظر نہیں ہے۔

۲٦ ۔ اس سلسلہ میں اس مقالہ نگار نے پہلی حقیر کوشش کی ہے اور پہلی صدی هجری میں قانون زکاۃ کے تاریخی ارتقاء سے متعلق اس کی کتاب حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو

Early Development of Zakat Law and Ijtihad (Karachi, 1983).

۲۷ ۔ شاخت کے الفاظ ہیں

"Islamic Law is the epitome of Islamic thought, the most typical manifestation of the Islamic way of life, the core and kernel of Islam istself."" ملاحظہ ہو اس کی کتاب

An Introduction to Islamic Law. (Oxford, 1979) p. 1.

●●●